17

اپنی پیدائش کی غرض کو مد نظر رکھو

(فرمودہ ۸ر جولائی ۱۹۲۱ء بمقام سری نگر)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

انسان کی پیدائش کی غرض اور اس کو دنیا میں بھیجنے کا مدعا ایسا اہم اور ضروری ہے کہ تمام انسانی کوششیں اس کے گرد چکر لگا رہی ہیں۔ انسان کے خیالات کا اثر اس کے اعمال پر بہت پڑتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو سمجھ سکیں کہ خیالات کا اثر اس کے اعمال پر بہت پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقائد پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ باوجود نیک اعمال کے عقائد پر کیوں اتنا زور دیا جاتا ہے۔ انسان کی فطرت اور بناوٹ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ عقل مند اور پاگل میں فرق دراصل خیالات کا ہی ہوتا ہے۔ شدید پاگلوں کو چھوڑ کر معمولی پاگلوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اسی طرح کھاتے پیتے اور رشتہ داروں سے میل ملاپ کرتے ہیں جس طرح دوسرے لوگ۔ مگر خیالات میں بڑا فرق ہوگا۔ تو خیالات کے اختلاف سے ہی تمام قسم کے فرق پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ پہلے خیالات پیدا ہوتے ہیں پھر اعمال انکے مطابق ہوتے ہیں۔ خیالات ہی کی بنا پر دنیا میں ترقی ہو رہی ہے۔ اور یورپ کی ترقی بھی خیالات کی بنا پر ہی ہے۔

ایک بچہ تمام دن کھیلتا اور بازاروں میں گشت لگاتا پھرتا ہے۔ اور ایک تاجر بھی گشت لگاتا ہے۔ مگر تاجر بہت کچھ کما لیتا ہے۔ اور بچہ یونہی پھرتا ہے۔ خیالات کی اہمیت کو لغو خیال کرنا جہالت ہے۔ دینی طور پر بھی دیکھ لو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی خیال ہی تھا کہ خدا ایک ہے۔ اس خیال کو آپ نے تمام دنیا میں قائم کیا ہے۔ آپؐ کے زمانہ میں تمام اقوام نصاریٰ۔ یہود۔ زرتشتی وغیرہ مشرک تھے۔ وہ لوگ دریاؤں پہاڑوں کو اپنا حاکم سمجھتے تھے۔ محکوم نہیں خیال کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال قائم کیا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور تمام (Nature) نیچر کی اشیاء انسان کے ماتحت اور اس کے لئے مسخر کی گئی ہیں۔ اسی خیال کا اثر ہے کہ تمام اقوام اب اپنے آپ کو شرک سے بعید سمجھنے لگ گئی ہیں۔ یورپ کی ترقی صلیبی جنگوں کے بعد ہی ہوئی ہے کیونکہ اس وقت کے

بعد مسلمانوں کے ساتھ ملنے جلنے سے انکو معلوم ہوا کہ شرک ایسا لغو خیال ہے۔ اور پھر اس سے انکا دل متنفر ہو گیا اور وہ ترقی کرنے لگ گئے اصل راز اور جڑ ان کی ترقی کی یہی تھی۔ خیالات کی درستی انسانی ترقی کے لئے از بس ضروری ہے۔ جب تک انسان کے خیالات پاک نہ ہوں۔ ترقی نہیں ہو سکتی۔ سورہ فاتحہ اور دیگر مقامات قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ انسان کی پیدائش کی غرض صرف ایک ہی ہے کہ بندہ خداتعالیٰ کا فرمانبردار اور مطیع ہو جاوے۔ جو شخص ایک مقصد اور مدعا کے ماتحت کام کرتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ اور جو یہ نہیں سمجھتا کہ خداتعالیٰ نے اس کو کیوں پیدا کیا ہے۔ وہ ہر ایک لالچ میں پھنس کر اس کے پیچھے پڑ جاوے گا۔ دوسروں کو اچھا کھاتے اور اچھا لباس پہنتے دیکھ کر وہ انہی کے پیچھے لگ جاوے گا۔ اور اس کی مثال اس ہر دل عزیز آدمی کی طرح ہوگی جو ہر ایک کی مدد کرنے کو تیار ہو جاتا تھا۔ ہر ایک مفید کام کی ضرور غرض و غایت بھی ہوتی ہے۔ انسان تب ہی کسی غرض کو پورا کر سکتا ہے جب وہ سمجھ لے کہ وہ اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ خداتعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی یہ غرض بتائی ہے **ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (الذاریات : ۵۷) لوگوں کے اعمال کی خرابی کی جڑ یہی ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ کیوں ان کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ خداتعالیٰ کی عبادت کرنے سے انسان اس جگہ پہنچ جاتا ہے۔ جہاں خداتعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے۔ دوست اور بھائی تو الگ بھی رہ سکتے ہیں۔ مگر غلام ہمیشہ اپنے آقا کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ ان میں فرق نہیں ہوتا۔ خداتعالیٰ کا مقام وہ مقام ہے جہاں ہلاکت کا کوئی خدشہ نہیں۔ اور یہ بندہ کو وفات کے بعد ملتا ہے۔ اسی کا نام جنت ہے۔ اس جگہ انسان کا علم کامل اور معرفت درست ہو جاتی ہے۔ جنت خدا کا گھر ہے۔ بندہ رہتا تو بندہ ہی ہے۔ مگر وہ الوہیت کی چادر میں لپیٹا جاتا ہے۔ انسان کو دنیا میں اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ وہ روکوں کو دور کر کے خدا کا قرب حاصل کرے کیونکہ کوئی انعام کا مستحق تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب وہ مشکلات اور محنت کے بعد کسی چیز کو حاصل کرتا ہے۔ چونکہ خداتعالیٰ کا قرب اور معرفت سب سے بڑا انعام ہے اس لئے یہ بڑی رکاوٹوں اور مصائب کے بعد ہی مل سکتا ہے۔ انسان کے ساتھ شہوات اور دیگر رکاوٹیں ہمیشہ لگی رہتی ہیں۔

یوں تو میری مخاطب ساری جماعت ہے۔ مگر خاص طور پر یہاں کی جماعت کو مخاطب کرتا ہوں۔ یہ علاقہ اپنے اندر خاص خصوصیت رکھتا ہے۔ تمام دنیا کے لوگ یہاں سیر کے لئے آتے ہیں۔ بوجہ ان نعمتوں کے جو یہاں پیدا کی گئی ہیں۔ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں۔ کہ نعمتوں کے ملنے پر وہ خداتعالیٰ کی طرف جھکتی ہیں اور بعض سزا سے جھکتی ہیں۔ پہلے گروہ کے لئے یہاں بہت آسانی ہے۔ جو دوست یہاں رہتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے مقاصد پر غور و فکر کر کے دیکھیں اور اپنے اعمال کی درستی کریں۔ بعض دفعہ تکلیف اور بعض دفعہ راحت بطور سزا آتی ہے۔ ہمارے دوستوں کو خاص طور پر

سمجھنا چاہئیے کہ پیدائش کی غرض و غایت قرب الٰہی ہے۔ وہ کھاتے پیتے اور پہنتے وقت دیکھ لیں کہ آیا یہ اس غرض کے خلاف تو نہیں۔ یہاں لوگ شرک بکثرت کرتے ہیں۔ انہیں بندوں کا خوف بہت ہے اور خدا کا خوف نہیں۔ یہ شرک کی سزا ہے۔ اس کا علاج صرف یہی ہے۔ کہ وہ خدا کے بندے ہو جائیں۔ جو خدا کا ہو جاتا ہے اس کی ترقی اور اس کی راحت و آرام کا سامان خود خدا تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔ دنیاوی اور دینی ترقی بھی اسی میں ہے کہ انسان خدا کا بندہ ہو جاوے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت مصائب آئے مگر ان سے آپ پر کبھی خوف طاری نہیں ہوا۔ آپؐ کو جنگ احد کے وقت کفار نے پکارا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے؟ آپ نے صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمایا۔ پھر کفار نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو پکارا۔ اور آپؐ نے خاموشی کا ہی حکم دیا۔ مگر جب کفار نے پکارا **اعل ھبل۔ اعل ھبل۔** تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت جوش میں آئی اور آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں جواب دیتے **اللہ اعلی واجل۔** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے کبھی اپنی ذاتی اور اپنی جماعت کی عزت کو مدنظر نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کے مدنظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے نام کی عزت رہی ہے۔ مومن مشکلات اور مصائب کے وقت زیادہ بہادر اور دلیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو خدا کا ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی ہلاک نہیں ہوتا۔ اگر اس پر مصیبتیں اور تکلیفیں دوسروں سے زیادہ آئیں تو بھی وہ سلامت رہتا ہے۔ اور آگے سے بھی بڑھ کر اپنے فرض کو ادا کرتا ہے۔ ہر ایک کام کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئیے کہ یہ کام اس مقصد کے خلاف اور اس سے دور لے جانے والا تو نہیں جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ یہی خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی معرفت حاصل کرنے کا راز اور گر ہے۔

(الفضل ۵ ر ستمبر ۱۹۲۱ء)